الفاتحہ اور قرآن کی سورتوں کا باہمی تعلق

تحریر: ڈاکٹر صہیب حسن، لندن

جس طرح قرآن کی سورتوں کی ترتیب میں ربط اور مناسبت پائی جاتی ہے، اسی طرح آیات جس ترتیب کے ساتھ آئی ہیں ان میں بھی ربط اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس موضوع پر بھی قدیم اور جدید علماء اور مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ ربط بعض دفعہ خود آیات اور بعض دفعہ نبی کریم ﷺ کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔

ہم اس مضمون میں اسی موضوع کے چند پہلوؤں کو نکھارنے کی کوشش کریں گے۔

1۔ ربط سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ

جس طرح عرض گول ہے اسی طرح اگر سارے قرآن کو ایک طویل صحیفہ پر لکھ کر گولائی میں لپیٹ لیا جائے تو سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ ساتھ ساتھ نظر آئیں گے یعنی قرآن کا اوّل، آخر سے مربوط نظر آئے گا اور ہم اسی ربط پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

﴿قل أعوذ برب الناسO ملک الناسO الله الناس﴾ ''کہہ دیجیے! میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی۔'' اور یہی تین صفات سورۃ الفاتحہ میں بیان ہوئیں۔ ﴿الحمد لله رب العالمینO الرحمن الرحیمO مالک یوم الدینO ایاک نعبد﴾ ''تمام تعریفیں تمام جہانوں کے رب کیلئے ہیں، جو رحمٰن ورحیم ہے، جزاوسزا کے دن کا مالک ہے، تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں۔

رب العالمین کا تقابل رب الناس سے، مالک (اور ایک قراءت میں ملک) کا تقابل ملک الناس سے، اور اللہ کے معبود ہونے ﴿ایاک نعبد﴾ کا تقابل اله الناس سے ہے۔ قرآن میں غور وفکر کے لحاظ سے ان تینوں صفات کو تین سطحوں پر سمجھا جاسکتا ہے، پہلی سطح آیات کا ظاہری مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگہداشت کرنے والے ہیں، وہی مالک اور بادشاہ ہیں اور جب سب کچھ انہی کا دیا ہوا ہے تو اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیے۔ اس سے زیادہ گہری سطح یہ ہے کہ یہاں انسان کی زندگی کے تین مرحلوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

مرحلہ طفولیت: جب بچہ اپنے باپ کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہے، وہی اس کی

ضروریات کا کفیل ہے، ایسے ہی اس کی ماں کہ جس کی چھاتی سے اس نے اپنی پہلی غذا حاصل کی، گویا ماں باپ اس کیلئے رب کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس پر آشکار ہونے لگ جاتا ہے کہ اس کے ماں باپ تو خود کسی اور کے محتاج ہیں۔ رب وہ نہیں بلکہ رب وہ ذات ہے جس نے انہیں زندگی بخشی اور جو کائنات کی ایک ایک مخلوق کو اپنی رحمت وشفقت سے نواز رہا ہے۔ گویا بچہ ربوبیت آباء سے ربوبیت اللہ کے تصور تک پہنچتا ہے۔

مرحلہ جوانی: زندگی کے اس دور میں ہر نوجوان کے حس کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو طرّم خان سمجھتا ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، اپنی طاقت اور قوت کے نشے میں ہر شخص سے بھڑ جاتا ہے، ایک لحاظ سے اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے کہ اپنی مرضی کا مالک ہے، نہیں چاہتا کہ کوئی اور اپنی مرضی اس پر مسلط کرے لیکن جب وہ زندگی کی حقیقتوں سے روشناس ہوتا ہے، آزمائشیں اسے گھیر لیتی ہیں، مصائب اس کی ہمت کو کچل کر رکھ دیتے ہیں تو پھر وہ کہہ اٹھتا ہے کہ میں کیا اور میری شاہی کیا، اصلی بادشاہ تو اللہ کی ذات ہے کہ جس کی مرضی ساری کائنات میں جاری وساری ہے۔

مرحلہ شیخوخت: ایک شخص جس نے اپنی جوانی میں اللہ کو نہیں پہچانا، ساری زندگی اکڑفوں میں گزار دی، جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچتا ہے، جب اس کے قوی (اعصاب) جواب دینے لگتے ہیں، تب اسے بالآخر احساس ہو جاتا ہے کہ وہ جب پیدا ہوا تو عاجز ودرماندہ تھا اور جب وہ زندگی سے جانے والا ہے تب بھی عاجز ودرماندہ ہے، تو اسے ہر صورت اپنے عجز اور درماندگی کا اظہار اس شخصیت کے سامنے کرنا چاہیے جو ساری طاقت اور قوت کا مالک ہے، وہ جس کے ہاتھ میں زمین وآسمان ہیں اور جسے کوئی عاجز کرنے پر قادر نہیں، یعنی اس مرحلہ میں غور وفکر کے نتیجہ میں وہ معبود کے حق عبادت کو پہچان جاتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص کو یہ ہدایت نصیب ہو، ہدایت اسی کے نصیب میں آتی ہے جو اس کا طالب ہو۔

حال ہی میں ہندوستان کے مایہ ناز ادیب، صحافی اور سیاستدان خوشونت سنگھ راہی ملک بقا ہوئے، ننانوے سال کی طویل عمر پائی، کسی نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں دوستوں سے بحث کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ ایک ہندو آشنا نے نرگ اور سورگ کا فلسفہ جھاڑا تو کہنے لگے کہ تم ایسے بعد از مرگ زندگی کا حال بیان کرتے ہو جیسے وہاں ہو آئے ہو؟ کاش کہ وہ قرآن کو بھی سینے سے لگاتے تو اپنے سوال کا کافی وشافی جواب پاتے۔

تیسری سطح ذہرا اور گہرائی پر ہے

ان تینوں صفات سے توحید کے پہلوؤں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے یعنی توحید ربوبیت، توحید الوھیت اور توحید اسماء وصفات، توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ مخلوقات کی پرورش کا سارا انتظام کہ جس کا رخ آسمان سے زمین کی جانب ہے، وہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جو اپنی مخلوق کی رزق رسانی کر رہا ہو اور اگر وہی واحد رزق رساں ہے تو پھر ہماری دعائیں، ہماری نمازیں، ہماری تمام عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہونی چاہئیں کہ وہی وہ ذات ''لاشریک لہ'' ہے جو ہماری التجاؤں، دعاؤں، تمناؤں کو سن سکتی ہے اور پھر انہیں پورا بھی کر سکتی ہے۔

وہی اللہ ہے کہ جس نے اپنے لیے بہترین ناموں کا انتخاب کیا ہے ﴿وللّٰه الأسماء الحسنٰی﴾ وہ رحمٰن ہے، رحیم ہے، علیم وقدیر ہے، عزیز وحکیم ہے، سمیع وبصیر ہے، وہ جس کے ننانوے صفاتی ناموں کا قرآن و حدیث میں تذکرہ ہے لیکن انسان یہ نہ سمجھے کہ چونکہ ان میں سے کئی صفات خود اس میں بھی پائی جاتی ہیں یعنی وہ خود بھی سنتا ہے اور دیکھتا ہے، علم اور قدرت بھی رکھتا ہے، رحمت وشفقت کا مظاہرہ بھی کرتا ہے بلکہ اُسے جان لینا چاہیے کہ اس کی ان صفات کا اللہ کی صفات سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اس کی یہ صفات ناقص وکمزور ہیں جبکہ اللہ کی یہی صفات کامل اور مکمل ہیں۔ اس کی صفات انتہائی محدود ہیں جبکہ اللہ کی صفات لامحدود ہیں۔ وہ اپنی صفات سے استفادہ کرنے کیلئے اسباب ووسائل کا محتاج ہے جبکہ اللہ خود وسائل اور اسباب کا خالق ہے اور یوں انسان کی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ اپنی صفات کاملہ میں بھی یکتا ہے، کوئی اس کا ان صفات میں ہمسر نہیں ﴿من شر الوسواس الخناس ○ الذی یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنة والناس﴾ یہاں شیطان کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے جو وسوسہ ڈالتا ہے پھر بھاگ جاتا ہے اور یہ وسوسہ لوگوں کے سینوں میں ڈالتا ہے یہ شیطان جنوں میں سے بھی ہے اور عوام الناس میں سے بھی۔ اس مضمون کو تخلیہ کہا جاتا ہے جبکہ سورۃ الفاتحہ میں اس کے مقابلے میں تحلیہ ہے۔ تخلیہ کا مطلب ہے خالی کرنا، تنہا کر دینا اور تحلیہ کا مطلب ہے کسی چیز کو آراستہ وپیراستہ کرنا۔

سورۃ الناس میں سینے کو شیطان کے شر سے خالی ہونے کی استدعا کی گئی ہے اور سورۃ الفاتحہ میں پھر اس سینے کو ہدایت سے پُر کرنے کی دعا کی گئی ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے اگر معدہ ثقیل غذا کی بنا پر بدہضمی کا شکار ہو تو حکیم پہلے معدے کو قبض کشا دوا سے پاک وصاف کرتے ہیں اور جب معدہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اچھی غذا قبول کر سکے تب مریض کو ہلکی لیکن مفید غذا کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قاعدے کے لحاظ سے پہلے تخلیہ ہونا چاہیے اور پھر تحلیہ، لیکن سورۃ الفاتحہ قرآن کی پہلی سورت ہے جس میں تحلیہ مذکور ہے جبکہ سورۃ الناس آخری سورت ہے جس میں تخلیہ کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چاہے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے یا قرآن کی کوئی بھی سورت، تعوذ یعنی (**أعوذ بالله من الشيطان الرجيم**) پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے فرمایا﴿**فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم**﴾[النحل: ۹۸] ''اور جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' یعنی سورۃ الفاتحہ سے پہلے بھی تخلیہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

2۔ سورۃ الفاتحہ اور اگلی دو سورتوں کا ربط

اب دیکھیے کہ سورۃ الفاتحہ میں ہدایت طلب کی گئی ہے اور ان لوگوں کا راستہ طلب کیا گیا ہے جن پر انعام ہوا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔

سورۃ البقرہ کی ابتداء ہی اس بات سے ہو رہی ہے کہ جس ہدایت کو تم مانگ رہے ہو وہ کتاب ہدایت کی شکل میں تمہیں دی جارہی ہے (**هدى للناس**) اور پھر سورۃ البقرہ کی سو آیات میں (آیت چالیس سے لے کر 140 تک) بنی اسرائیل یا یہود کا تذکرہ ہے جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے بحیثیت امت مسلمہ معزول کیے گئے اور پھر ان کی جگہ امت محمدی کو بحیثیت امت مسلمہ اٹھایا گیا اور اس سے اگلی سورت، سورۃ آل عمران میں عیسائیوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مان کر گمراہ ہوئے۔ ہدایت ایمان اور اسلام کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایمان اگر دل کی کیفیت یقین کا نام ہے تو اسلام اس ظاہری کیفیت کا نام ہے جو ایمان کی وجہ سے اعمال ظاہرہ میں ڈھلتی ہے، سورۂ بقرہ میں ایمان پر زور دیا گیا ہے۔

شروع میں ''**يؤمنون بالغيب**'' کا تذکرہ ہے اور آخر میں﴿**آمن الرسول بما أنزل اليه من ربه والمومنون**﴾ پر بات ختم کی جارہی ہے اور سورۂ آل عمران میں﴿**ان الذين عند الله الاسلام**﴾ کے حوالے سے اسلام کا بیان ہو رہا ہے۔

3۔ شیخ عدنان عبدالقادر سورۃ الفاتحہ کا ربط اگلی پانچ سورتوں کے ساتھ یوں بتا رہے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ میں دعوت اسلامی کے اصول بیان ہو گئے ہیں پہلی چیز ''**لا اله الا الله**'' کی شہادت ہے جس میں توحید کی تینوں اقسام آ جاتی ہیں۔﴿**رب العالمين**﴾ میں توحید ربوبیت کی طرف اشارہ ہے﴿**الحمدلله رب**

العالمین○ الرحمن الرحیم○ مالک یوم الدین﴾ میں توحید اسماء وصفات کا ذکر ہے ﴿ایاک نعبد﴾ میں توحید الوھیت کا بیان ہے اور یہ توحید اصل ثانی کے بغیر پہچانی نہیں جاسکتی اور وہ ہے نبی کریم ﷺ کی پیروی کہ جس کی طرف ﴿صراط الذین أنعمت علیھم﴾ میں اشارہ کیا گیا ہے اور پھر ان دونوں بنیادوں کے ثمرات کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے اس کے غضب کے بجائے اس کی رضا کا حصول اور گمراہی کے بجائے ہدایت کا حصول ﴿غیر المغضوب علیھم و لا الضالین﴾ اور یہ تیسری بنیاد بن جاتی ہے۔

4۔اب اس دعوت ظہور کے بعد لوگ تین طرح کی جماعتوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔پہلی جماعت اہل ایمان کی جو دعوت ''لا الہ الا اللہ'' پر ایمان لائے ،جنہیں ہدایت نصیب ہوئی اور جو کامیاب وکامران رہے اور ''ھدی للمتقین'' کہہ کران کے ذکر سے اس سورت کا آغاز ہوا۔

دوسری جماعت میں جس نے کفر وعناد کا راستہ اختیار کیا ﴿ان الذین کفروا سواء علیھم ءَ أنذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون﴾ یہ جماعت لعنت اور عذاب عظیم کی مستحق ہوئی اور اس جماعت کی سب سے بڑی مثال کے طور پر ابلیس کا ذکر ہوا ﴿الا ابلیس أبی واستکبر و کان من الکافرین﴾۔

تیسری جماعت منافقوں کی جنہوں نے دروغ گوئی اور دھوکے بازی کا راستہ اختیار کیا ﴿و من الناس من یقول آمنا باللہ و بالیوم الآخر و ما ھم بمؤمنین﴾ اس جماعت نے کفر کو چھپایا اور ایمان کا دعویٰ کیا اور یوں وہ زمرہ کفار میں شامل ہونے کے مستحق ٹھہرے اور ان کی سب سے بڑی مثال بنی اسرائیل یا یہودی ٹھہرے جن کا تفصیلی ذکر اس سورت میں آرہا ہے۔سورت کا اختتام بھی بطور مسک الختام پہلی جماعت کے ذکر کے ساتھ کیا گیا ہے کہ آغاز بھی انہی سے تھا اور اختتام بھی اور اس جماعت کے سرخیل کے طور پر دو جلیل القدر شخصیتوں کا ذکر کیا گیا یعنی ابراہیم علیہ السلام ﴿و اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فأتمھن﴾ اور سید البشر محمد بن عبداللہ ﷺ (آمن الرسول بما أنزل الیہ من ربہ) اور یہی سورۃ البقرہ کا مرکزی مضمون ہے۔''لا الہ الا اللہ'' کا بطور بنیاد بیان کیا جانا۔جو کلمہ شہادت کا پہلا جزء ہے اور پھر اس کے ماننے یا نہ ماننے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جماعتوں کا بیان۔

5۔جو لوگ پہلی جماعت میں داخل ہوئے انہیں ایک مرشد، معلم اور راہنما کی ضرورت تھی، جو انہیں راستے کے نشیب وفراز سمجھا سکے،انبیاء اور رسولوں سے بہتر اور کون قائد ومربی ہوسکتا ہے؟ اور پھر ان میں سب سے زیادہ پیروی کیے جانے کا کوئی حقدار ہوسکتا ہے تو وہ محمد ﷺ ہیں ﴿ان أولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ

و هذا النبی والذین آمنوا﴾[آل عمران:68] ''بلاشبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قریب تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی (پھران کے بعد) یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہی سورہ آل عمران کا مرکزی مضمون ہے۔سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ کی مناسبت جو کہ کلمہ شہادت کا دوسرا جزء ہے اور دعوت توحید کی اصل ثانی ہے۔

6۔دعوت ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے ماننے والے طہارت، پاکیزگی اور اخلاق عالیہ کے حامل ہونے چاہئیں۔انہیں زیب دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح پیش آئیں جیسے کہ حقیقی بھائی ہوں اور اس طرح وہ ایک ایسی امت کا منظر پیش کریں جو باہم شیر وشکر ہو، خیر اور بھلائی کی دعوت دینے والی ہو، تاکہ دوسری امتوں کیلئے مشعل راہ بن سکیں اور یہی مرکزی مضمون ہے سورۃ النساء کا یعنی تزکیہ اور تطہیر اخلاق کی دعوت۔اس لیے سورت کا آغاز ہی وحدت بنی آدم سے ہوا ہے۔وہ سارے کے سارے بھائی ہیں کہ ان کا ایک ہی باپ ہے اور ایک ہی ماں ہے اور وہ ایک ہی رحم سے تعلق رکھتے ہیں ﴿یا أیھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدہ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والأرحام﴾[النساء:1] ''لوگو! اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔پھر ان دونوں سے (دنیا میں) بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں نیز اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قریبی رشتوں کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرتے رہو۔''

تزکیہ اور حسن خلق، دعوت توحید کی تیسری بنیاد ہے جس کا تفصیلی تذکرہ اس سورت میں ہو رہا ہے۔ان تینوں بنیادوں کو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اختصار کے ساتھ بیان کردیا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کروں یہاں تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کی گواہی دے دیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، اگر وہ ایسا کرلیں تو پھر میری طرف سے ان کے خون اور مال محفوظ ہوجائیں گے مگر یہ کہ اسلام کے کسی اور حق کی بنا پر ان کا مطالبہ کیا جائے اور ہر صورت اللہ ان کا حساب کتاب کرنے والا ہے۔'' [صحیح بخاری] اور ایک دوسری حدیث میں یوں ارشاد فرمایا: ''جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو، برائی ہوجائے تو نیکی کرکے اسے مٹادو اور لوگوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔'' [جامع ترمذی]

7۔اس دعوت توحید میں داخل ہونا گویا اللہ تعالیٰ سے ایک عہد و پیمان باندھنا ہے تاکہ اسلام کی ان تین بنیادی باتوں کی حفاظت ہوسکے یعنی توحید، اتباع اور تزکیہ اور اس لیے اگلی سورت، سورۃ المائدہ کی ابتداء ہی عہد کی

پابندی کرنے کے حکم سے ہو رہی ہے۔

﴿یا أیھا الذین آمنوا أوفوا بالعقود﴾ ''اے ایمان والو! اپنے معاہدات کو پورا کرو۔'' قیامت کے دن جب تمام لوگوں کا محاسبہ ہوگا تو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے اس عہد کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، ان لوگوں میں سب سے آگے آگے رسول ہیں ﴿یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا أجبتم﴾ [المائدہ:109] ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں (دنیا میں) کیا جواب دیا گیا تھا؟ اور وفات کے اعتبار سے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام آخری بنتے ہیں اس لیے ان سے خاص طور پر اسی میثاق الٰہی کے بارے میں سوال ہوگا ﴿یا عیسیٰ بن مریم ءَ أنت قلت للناس اتخذونی و اُمّی الھین من دون اللہ﴾ [المائدہ 116] ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو' اور اسی واقعہ پر سورت کا اختتام ہوتا ہے جس سے اس سورت کا مرکزی مضمون معلوم ہوا۔ تینوں بنیادوں پر مبنی میثاق الٰہی کو پورا کرنا۔

8۔ جس میثاق الٰہی کا سورۃ المائدہ میں تذکرہ ہوا ہے وہ دعوت توحید اور وحدانیت خالق کائنات کو ثابت کرنے کیلئے مضبوط دلائل و براہین پر قائم ہے ان میں سب سے پہلی اور واضح دلیل کائنات کی تخلیق ہے۔ فرمایا ﴿الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والأرض و جعل الظلمات والنور﴾ [الانعام:1]

''تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا۔'' اور جو اُن دلائل پر یقین رکھتا ہو اور انہیں حرزِ جان بنا رکھتا ہو، اسے اپنے صراط مستقیم پر ہونے کا پختہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں ﴿اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا و ما کان من المشرکین﴾ [الانعام:16] آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے اور یہی وہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم علیہ السلام حنیف کا طریق زندگی تھا اور (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ایسے شخص کا دل پھر اللہ کی محبت سے معمور ہو جاتا ہے اور زبان حال سے وہ پکار اٹھتا ہے ﴿ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذالک أمرت و أنا اول المسلمین﴾ [الانعام 163] ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار بنتا ہوں۔'' اور یہی سورۃ الانعام کا مرکزی مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوھیت اور واحدانیت پر دلائل و براہین کا قائم کرنا۔